محمد نفیس خاں ندوی *

اسلاموفوبیا

کسی طاقتور چیز سے خوف محسوس کرنا انسان کی فطری کمزوری ہے، تاہم یہ کمزوری نہ قابل سرزنش ہے اور نہ باعث تشویش، لیکن جب یہ خوف حد سے بڑھ جائے اور اعصاب پر اثر انگیز ہوجائے اور پھر اس طاری خوف کی کوئی منطق بھی نہ ہوتو پھر یہ کیفیت ''فوبیا'' کہلاتی ہے۔ مغربی مفکرین اسلام کو ایک انتہائی طاقتور، اثر انگیز اور انقلاب آفریں مذہب تسلیم کرتے ہیں، اسی لیے وہ اسلام کے بڑھتے پھیلاؤ کو لے کر شدید ذہنی خوف و ہراس میں مبتلا ہیں، اور خوف کی اسی کیفیت کو ''اسلاموفوبیا'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یورپ و امریکہ نے ہمیشہ سے مسلمانوں کو اپنا سیاسی، دینی اور ثقافتی حریف سمجھا ہے، کیونکہ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو انھیں براہ راست چیلنج کرتا ہے، اور مغرب کے مقابل یہی وہ مخصوص تہذیب ہے جس کے اندر پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لینے کی طاقت وصلاحیت ہے، یہی وجہ ہے یورپ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے مغربی مفکرین ہمیشہ سے فکر مند رہے ہیں، اور انھوں نے اس کی وسعت و اثر انگیزی کو روکنے کی ہر ممکن کوشش بھی کی لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام کے خلاف جس قدر پروپیگنڈہ کیا گیا اسلام کا دائرہ اتنا ہی پھیلتا گیا، لوگوں نے اس میں دلچسپی لی، اسے موضوع بحث بنایا، اس کا مطالعہ کیا اور پھر اسلام سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔

مغرب اور اسلام کے تصادم کی تاریخ بہت پرانی ہے، تاہم اس تصادم میں صلیبی جنگوں کے بعد سے شدت پیدا ہوئی، جو کلیسا اور سیاسی حکمرانوں کی طرف سے مسلمانوں پر تھوپی گئی تھی، اور ان جنگوں کا مقصد سیاسی ومعاشی مفادات کا حصول تھا جس میں انھوں نے اپنے عوام کو بھی شریک کیا، اور اسے مذہبی رنگ میں یہاں تک رنگ دیا کہ اس میں شریک ہونے والے کی مغفرت کا اعلان کردیا گیا، لیکن مسلمانوں

---

* معاون مدیر پیام عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی یوپی

کے جذبۂ ایمانی، اخلاقی قوت اور عسکری ہوش مندی کے باعث یورپ کو مسلسل شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

صلیبی جنگوں نے پوری عیسائی دنیا پر خوف وہراس طاری کردیا، مرعوبیت کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے عربی زبان اور عربی بود وباش کو پوری طرح اختیار کرلیا تھا، لیکن مغربی مفکرین اور قائدین نے ان جنگوں میں اپنی شکست کو بہت ہی سنجیدگی سے لیا، شکست کی وجوہات اور مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب کا جائزہ لیا، اور پھر اپنی جنگی حکمت عملی کو پوری طرح بدل کر اپنی ساری توانائی مسلمانوں کے خلاف ایک نئے محاذ کے قیام میں صرف کردی جس کا محور علمی وفکری اور سیاسی ومعاشی میدان تھا، اور جس کا مقصد مسلم حکومتوں کو آپس میں لڑا کر کمزور کرنا تھا جس کے لیے انھوں نے ہرطرح کے حربہ کو روا رکھا، یہ گویا کہ یورپ کی ترقی کا نقطۂ آغاز تھا۔

مسلم حکومتیں یورپی سازشوں کا پوری طرح شکار ہوئیں، اور نظام مملکت کے استحکام کے بجائے غیر ضروری مسائل میں الجھ کر نزاع باہمی میں گرفتار ہوگئیں، نتیجتاً خانہ جنگی کی نوبت آ پہنچی، پھر رفتہ رفتہ ان حکومتوں کا اتحاد پارہ پارہ ہوا اور بالآخران کا چراغ ہی غل ہوگیا۔

سولہویں صدی کے بعد یورپ نے اپنے سیاسی ومعاشی ترقی کے مراحل طے کیے، اور مغربی ممالک یعنی ہسپانیہ، برطانیہ، فرانس، پرتگال اور روس و امریکہ وغیرہ نے مسلم ممالک پر قبضہ کرکے وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام بنالیا، قومی وسائل کو جی بھر کر لوٹا، مخالفت کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اور بربریت کی ایسی کارروائیاں کیں جن کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یورپی سامراج کی یہ تاریخ پوری انسانیت پر ایک بدنما داغ ہے۔

بیسویں صدی میں مغربی استعمار کے مظالم سے تنگ آکر عوام نے بغاوت شروع کردی، خصوصاً علماء کرام نے جہاد کیا اور مسلمانوں کے تہذیب وتمدن کو محفوظ رکھا، انقلابات کی ان آندھیوں کے سامنے مغربی طاقتوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کو مسلم ممالک سے نکلنا پڑا، لیکن جاتے جاتے اپنے پیچھے وہ اپنے کٹھ پتلی حکمراں طبقے کو بھی چھوڑ گئے، یہ حکمراں ملک کی دولت اور وسائل پر قابض ہوگئے، اور آزادی کے ثمرات سے عوام کو محروم کردیا گیا، چنانچہ عام لوگ تعلیم وتربیت حاصل کرکے مغربی ملکوں کا رخ کرنے لگے جہاں مختلف کاموں کی خاطر افرادی قوت درکار تھی، اور اس طرح بیسویں صدی میں لاکھوں مسلمان فرانس،

برطانیہ، امریکہ، جرمنی، اٹلی، ہالینڈ، اسپین، آسٹریا، ڈنمارک اور ناروے وغیرہ پہنچے اور نوکریاں کرتے کرتے وہیں کی سکونت اختیار کرلی، ان لاکھوں مسلمانوں میں ایک بہت بڑی تعداد ان کی بھی تھی جو مغربی تہذیب و ثقافت میں گھرے ہونے کے باجود اسلامی ثقافت واسلامی اقدار سے پوری طرح وابستہ اور اپنے ملی تشخص پر قائم رہے۔ اس کے علاوہ دعوت وتبلیغ سے اسلام کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہوا، رفتہ رفتہ مسلمانوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوتا گیا، تجارت اور ملازمتوں میں بھی ان کی نمائندگی محسوس کی جانے لگی، پھلتے پھولتے مسلمانوں کو برداشت کرنا اہل مغرب کے لیے آسان بات نہ تھی، چنانچہ مسلمانوں کی مخالفت کا آغاز شروع ہوا، اور بعض اہم ممالک جیسے برطانیہ، جرمنی اور فرانس وغیرہ میں مغربی رہنما یہ کہنے لگے کہ مسلمان مہاجر قوم ہیں اور یہ لوگ ہمارے نوجوانوں سے ملازمتیں چھین کر انھیں بے روزگاری کے دلدل میں دھکیل رہے ہیں لہٰذا ملک میں ان کی آمد پر پابندی لگائی جائے۔ بعض مغربی رہنماؤں نے یہ اعتراض بھی کیا کہ یہ مسلمان تعصب پسند ہیں اور ملک کے حق میں وفادار نہیں ہیں کیونکہ یہ مغربی اقدار وروایات کو اختیار کرنے کے بجائے اپنے مذہبی رسم ورواج کے پابند ہیں، اور معاشرہ میں اپنی الگ حیثیت رکھتے ہیں جو مغربی معاشرہ کے بالکل خلاف ہے۔

مذکورہ وجوہات کی بنیاد پر مغربی ممالک میں مسلمانوں کو شک واستہزاء کی نظر سے دیکھا جانے لگا، ان کی حقارت کی جانے لگی، ان کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جانے لگا اور مختلف شعبوں میں وہ تعصب کا نشانہ بننے لگے تاہم سویت یونین کے زوال تک مسلم دشمنی میں شدت نہیں پیدا ہوئی تھی کیونکہ اس وقت تک پورا یورپ کمیونزم سے نبردآزما تھا، اور اس کی ساری توانائی کمیونزم کو پسپا کرنے میں صرف ہورہی تھی۔

سویت یونین کے خاتمہ کے بعد یورپ نے مغربی اقوام میں اسلامی رسوخ اور اس کے بڑھتے ہوئے اثر کو اپنے مذہبی وسیاسی چودھراہٹ کے لیے خطرہ محسوس کیا، چنانچہ مختلف محاذوں پر انھوں نے مسلمانون کے خلاف مورچے سنبھالنے شروع کیے، میڈیا ولٹریچر کے ذریعہ بھی مسلمانوں کو حراساں کیا جانے لگا، پرتشدد واقعات بھی رونما ہونے لگے، اور پھر نائن الیون کا ڈرامہ اسٹیج کیا گیا جس کے بعد مسلم مخالفت میں زبردست شدت پیدا ہوئی، اور اس شدت میں خوف ودہشت کا عنصر بھی شامل کردیا گیا جس کے نتیجہ میں مغربی اقوام ''اسلاموفوبیا'' کے مرض میں گرفتار ہوتی چلی گئی۔

نائن الیون کے ڈرامہ کے بعد مذہبی بنیادوں پر مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک برتا گیا، حجاب پر

پابندی کی آوازیں بلند کی گئیں، قرآن کے نسخے جلائے گئے، پیغمبر اسلام ؐ کی شان میں گستاخیاں کی گئیں اور پھر پُر تشدد واقعات کا ایک سلسلہ چل پڑا جس میں بڑی تعداد میں بے گناہ مارے گئے، عزتیں تاراج کی گئیں، لوگ زندہ جلائے گئے، دوکان ومکان لوٹے گئے، اور پوری دنیا کے سامنے اسلام کو ایک دہشت پسند مذہب کے طور پر پیش کردیا گیا، اور یہ ساری حیوانیت صرف اس لیے برتی گئی کہ یورپ وامریکہ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم رک جائیں اور لوگ اسے دیش نکالا کردیں لیکن......

لیکن ان تمام پر پیگنڈوں اور پرتشدد کارروائیوں کے بعد اسلام ایک عالمی موضوع بن گیا، اور خاص کر یورپ وامریکہ کے عوام کی توجہ ودلچسپی کا مرکز بن گیا، لوگوں میں تجسس پیدا ہوا، کچھ نے حقیقت جاننے کے لیے تو کچھ نے خامیاں ڈھونڈنے کے لیے اس کا مطالعہ شروع کیا، انٹرنیٹ کی دنیا میں لفظ ''محمد'' اور ''اسلام'' کو سب سے زیادہ سرچ کیا جانے لگا، قرآن کریم کے رکارڈ توڑ نسخے فروخت ہوئے، یورپ وامریکہ کے بازاروں میں اسلامی کتابوں کی مانگ بڑھتی گئی، یونیورسٹیوں میں اسلام پر پی ایچ ڈی کرنے والوں کا سلسلہ چل پڑا، سیکڑوں اداروں نے اسلامک اسٹڈیز کے شعبے قائم کیے، اور پھر اسی مطالعہ وتحقیق نے ان کے ذہنوں کو مہمیز کیا، اسلام کی حقانیت ومسیحیت نے ان کے دماغوں کو روشن کردیا، میڈیا کے پروپیگنڈوں کی قلعی کھل گئی، اور ایک بہت بڑی تعداد حلقہ بگوش اسلام ہوئی، ان میں مغرب کے ذہین اور اعلی دماغ بھی شامل تھے، مختلف شعبوں کے ماہرین بھی تھے، اور مختلف میدانوں کی اہم شخصیات بھی تھیں۔

گزشتہ چند سالوں جن معروف شخصیات نے اسلام کو اختیار کیا ان میں بطور ذکر چند نام یہ ہیں: عرب ٹیلنٹ میں دوسرا مقام حاصل کرنے والی تیئیس سالہ امریکی پاپ گلوکارہ جنیفر گراوٹ، فلپائن کے شہرہ آفاق گلوکار فریڈی ایگونکر، تھائی لینڈ میں جرمنی کی سفیر یاسمین، فتنہ فلم کے پروڈیسر ارناوڈ فانڈ ورن، باکسر محمد علی، ایوان ریڈلی مریم، ماہر تعلیم پروفیسر کارل مارکس، بارطانوی ماڈل کارلے والس، عالمی شہرت یافتہ ڈاکٹر ولیمز، مبلغ یورپ محمد یوسف، معروف پاپ سنگر مائیکل جیکسن کے ایک بھائی وبہن جیسے سیکڑوں معروف افراد ہیں جنھوں نے مختلف ادوار میں اسلام کی ابدی صداقت اور حقانیت کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے، ان کے علاوہ پاپ سنگر مائیکل جیکسن اور شہزادی ڈیانا کے بارے میں بھی خبریں تھیں کہ انھوں نے بھی اسلام کو قبول کرلیا ہے۔

تمام سازشوں اور پر پیگنڈوں کے باوجود آج اسلام ہی اہل یورپ میں سب سے مقبول اور تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے، اور اسلاموفوبیا ایک عارضی مرض ہے جس کا علاج خود مذہب اسلام ہی ہے۔